© rasailojaraid.com

تعارفِ کتب

تعارفِ کتب

پاکستان کی آئیڈیالوجی اور اس کا نفاذ

THE IDEOLOGY OF PAKISTAN AND ITS IMPLEMENTATION.

مارشل لا کے نفاذ کے بعد پاکستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں جو چند سنجیدہ تحریریں سامنے آئی ہیں اُن میں یہ زیرِ نظر تصنیف ایک نہایت قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف ہندوستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عظیم علمبردار علامہ اقبال مرحوم کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال ہیں۔ کتاب کا مقدمہ صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے لکھا ہے۔

گزشتہ سال ماہ اپریل میں صدرِ پاکستان نے اس ملک کے اہلِ خرد کے سامنے پاکستان کی آئیڈیالوجی کے متعلق بعض نہایت فکر انگیز مسائل پیش کیے۔ یہ ساری کتاب انہی مسائل سے بحث کرتی ہے۔

فیلڈ مارشل صاحب نے اپنے حقیقت پسندانہ مقدمہ میں سب سے پہلے آئیڈیالوجی کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور پھر بڑے واشگاف الفاظ میں اس بدیہی حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ تحریکِ پاکستان کا واحد محرک اسلامی نظامِ حیات کا احیا تھا۔ یہی وہ پکار تھی جس نے مسلمانوں کے مائل بہ انتشار اجزا کو جوڑ کر انہیں ایک منظم تحریک کی صورت دے دی۔ پاکستان کے قیام کے بعد اس آئیڈیالوجی کا جو حشر ہوا اسے انہی کے الفاظ میں سنیے:

"ہم اس مقصد (اسلام) کو قابلِ فہم اور سادہ الفاظ میں بیان کر کے لوگوں کے ذہن نشین کرانے میں ناکام رہے ہیں۔ ہم نے محض جہالت سے اسلامی نظامِ حیات کو تعصب، تنگ نظری اور مذہبی حکومت کے مترادف سمجھ لیا اور اس کے اظہار سے غیر شعوری طور پر شرمانے لگے۔ اب یہ وقت ہے کہ ہمیں اس قسم کے غلامانہ احساسات کو خیر باد کہہ دینا چاہیے اور اس مسئلہ کو بڑی سنجیدگی اور جرأت کے ساتھ حل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اب اسلامی مقصدِ حیات کی ایسی سادہ توضیح کریں جو لوگوں کی سمجھ میں آسکے تاکہ وہ اسے اپنا کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے افعال و اعمال کا جائزہ لینے کے لیے اسے ایک معیار کے طور پر استعمال کریں یا اپنی سیرت کو پرکھنے کے لیے یہ انہیں ایک کسوٹی کا کام دے گا۔ ہم یہ کام انجام نہیں دیتے تو پھر الحاد ہم پر چاروں اطراف سے یلغار کریگا۔

اس مقدمہ کے بعد ڈاکٹر جاوید صاحب کی تصریحات شروع ہوتی ہیں جو چھ ابواب پر مشتمل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی دیدہ وری سے پاکستان کے محرکات کا تجزیہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس ملک کے فلاح و بقا کی ضامن اگر کوئی آئیڈیالوجی ہو سکتی ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں جو لوگ رہتے ہیں انکے درمیان رنگ و نسل، زبان اور تہذیب کا بہت بڑا اختلاف ہے۔ ان کے درمیان صرف اسلام ہی رشتۂ اتحاد بن سکتا ہے۔

اس ملک کے لیے ایک جدید تعلیمی پالیسی کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے بالکل درست کہا ہے کہ ہمیں صرف تعلیم ہی درکار نہیں بلکہ ہم ایک ایسے نظامِ تعلیم کے ضرورتمند ہیں جو ہمارے لیے ایک صحیح قسم کی لیڈر شپ پیدا کرے ـــــ وہ لیڈر شپ جو اسلامی تقاضوں اور جدید ضروریات دونوں کو بخوبی سمجھتی ہو۔ اسی ضمن میں انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ ہمیں بچوں کے اندر اسلامی احساسات پیدا کرنے کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ جب تک ہم نئی نسلوں میں اسلام کے متعلق صحیح قسم کے جذبات پیدا نہیں کرتے . . . . اس وقت تک اسلام ہماری رہنما قوت نہیں بن سکتا۔ ڈاکٹر جیلانی جو اس وقت ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ فلسفہ کے صدر ہیں انہوں نے گزشتہ سال بزمِ فلسفہ کے سالانہ اجتماع میں ایک مقالہ پڑھا تھا جس میں انہوں نے بتایا:

"نو عمری میں قرآن مجید کا ناظرہ پڑھنا اگرچہ بچوں کو اسلامی تعلیمات سے پوری طرح آشنا تو نہیں کرتا، مگر ان کے دل میں دین کے بارے میں ایسے جذبات اور احساسات ضرور پیدا کر دیتا ہے جن کی بنا پر وہ باقی ماندہ زندگی میں اسلام کو ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ہمیں بہت سے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں اسی ابتدائی تعلیم نے بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojarajd.com

انسانوں کے اندر اسلام کی مدافعت کا بہت بڑا جذبہ پیدا کیا اور انہوں نے جرأتمندی اور ایثار کے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ۔

کتاب کے فاضل مصنّف نے اس باطل خیال کی بھی بڑے زوردار الفاظ میں تردید کی ہے کہ ہمیں لاطینی رسم الخط اختیار کرنا چاہیئے ۔ انہوں نے بڑی صراحت کے ساتھ یہ کہا ہے کہ کسی قوم کے احساسات کی تشکیل میں رسم الخط کو بڑا عمل دخل ہوتا ہے ۔ اگر ہم واقعی اسلام کو اپنا مقصدِ حیات بنانے کا عزم کر چکے ہیں تو پھر ہمیں وہ ساری تدبیریں اختیار کرنی چاہییں جن کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں اس مقصد سے محبت، پیدا ہو ۔ ان تدابیر میں رسم الخط کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے ۔

اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے منیر رپورٹ کا بھی ذکر کیا ہے ۔ سب سے پہلے انہوں نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ سوال کہ مسلمان کون ہے اتنا واضح ہے کہ اس پر امت کی پوری تاریخ میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا ۔ ہر وہ انسان جو توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرے اور اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں، قرآن مجید خداوند تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس میں جو کچھ درج ہے وہ برحق ہے، وہ دائرۂ اسلام میں آجاتا ہے ۔ مسلمان بننے کے لیے ان حقائق کا اقرار بنیادی ضرورت ہے ۔ ان کے بعد جو کچھ کہا جائے وہ انہی پر اضافہ ہوگا ۔ منیر صاحب کا علماء پر یہ الزام کہ وہ مسلمان کی کوئی جامع و مانع تعریف نہ کر سکے صحیح اور درست نہیں ۔ علماء نے جو کچھ کہا اس میں کوئی تضاد نہ تھا بلکہ انہوں نے ایک ہی بات کے بیان کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ۔ اس کمیٹی کے دائرۂ کار کا ذکر بھی انہوں نے جن محتاط الفاظ میں فرمایا ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے :

"یہ کمیٹی جو پاکستان کی عدالتِ عالیہ کے ججوں پر مشتمل تھی اسے اس لیے ترتیب دیا گیا تھا کہ وہ اُن اضطرابات کی چھان بین کرے جو ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں رونما ہوئے مگر کمیٹی کے فاضل ارکان نے تحقیقات کے دوران میں ایسے امور پر اظہارِ خیال شروع کر دیا جو دینیات اور اسلامی فقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور میں یہ بات بصد احترام عرض کرتا ہوں کہ ان ارکان کو نہ تو

© rasailojarajd.com

© rasailojaraid.com

ان مسائل میں دسترس حاصل تھی نہ ہی ان پر بحث کرنا آتا تھا۔ ہماری عدالتوں کے ججوں کی تربیت برطانوی نظامِ عدل کے تقاضوں کے تحت کی جاتی ہے۔ اس لیے وہ اسلامی فقہ کی باریکیوں سے بالعموم ناآشنا ہوتے ہیں۔ انکوائری کمیٹی کے ان قابلِ تعظیم ارکان نے مفتی یا قاضی کی حیثیت سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا تھا۔ مگر نہ معلوم انہوں نے تحقیقات کے دوران میں اسلامی فقہ کے مسائل پر اظہارِ خیال کیوں ضروری سمجھا ــــ وہ مسائل جو ان کے دائرۂ تحقیق سے خارج تھے ۔۔۔۔ ہم پورے احترام کے ساتھ یہ عرض کریں گے کہ منیر کمیٹی جن نتائج پر پہنچی ہے وہ غلط اور گمراہ کن ہیں۔ یہ کمیٹی ایسے ججوں پر مشتمل تھی جنہیں دینیاتی امور پر رائے زنی کرنے کے لیے مقرر نہ کیا گیا تھا۔ برطانوی نظامِ عدل میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی جس میں کسی جج نے دینیاتی مسئلہ پر رائے دی ہو۔

منیر کمیٹی میں جس رائے کا اظہار کیا گیا ہے اُس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان کی اصطلاح ناقابلِ تعریف ہے۔ اگر اصل صورت فی الواقع یہی ہے تو پھر پاکستان کو مسلم قوم کے لیے ایک گھر یا ریاست بنانے کے لیے جدوجہد کرنا بالکل عبث اور بیکار ہے اور اس کے لیے کوئی جواز نہیں نکل سکتا۔ منیر کمیٹی اس معاملے میں جن نتائج تک پہنچی ہے وہ پاکستان کی آئیڈیالوجی پر ضرب کاری ہیں۔ اس وجہ سے استدعا کی جاتی ہے کہ سپریم کورٹ سے اس بات کی درخواست کی جائے کہ وہ منیر کمیٹی سے ایسے تمام حصے خارج کر دے جو پاکستان کی بنیادوں کو منہدم کرنے والے ہیں۔ اس رپورٹ میں ایسی عبارتوں کا وجود نامناسب اور پبلک پالیسی کے منافی ہے۔"

فاضل مصنف نے کمیونزم کے خطرات کی بھی نشاندہی کی ہے اور کہا ہے کہ اگر اس ملک میں اسلام کو نافذ کرنے کے لیے مخلصانہ جدوجہد نہ کی گئی تو پھر اسے کمیونزم کی ایک عمدہ شکارگاہ بننے سے دنیا کی کوئی قوت بچا نہیں سکتی۔ یہ ملک پھر بہت جلد ہی اشتمالی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن جائیگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ابھی سے خطرے کا احساس کریں اور اس ملک کو صحیح معنوں میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی ریاست بنانے کے لیے پوری پوری کوشش شروع کر دو۔ اب اسلام کے محض نعرے زیادہ دیر تک اس خطرے کو نہیں ٹال سکتے۔

آخر میں انہوں نے ایک دو باتیں پاکستان کے سرکاری افسروں اور لیڈروں کے متعلق بھی ایسی فرمائی ہیں جن کی معقولیت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اس سلسلہ پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر پاکستان کو فی الواقع ایک اسلامی ریاست بنانا مقصود ہے تو پھر ہمیں سب سے پہلے افسروں کے فکر و نگاہ کے زاویوں کو بدلنا چاہیے۔ انہیں اس قسم کی تربیت دی جائے جس سے اُن کے دلوں میں اسلام کی محبت اور عظمت پیدا ہو۔ انہیں رہنے سہنے اور اکل و شرب کے غیر ملکی طور طریقے پر فریفتہ ہونے کی بجائے اسلامی شعار اور آداب کو اپنانا چاہیے۔ آج ہمارے افسروں کو جس قسم کی تربیت دی جا رہی ہے وہ افسوسناک ہے۔ اس سے ان کے دل و دماغ میں ایک غلط قسم کا احساس برتری پیدا ہو رہا ہے اور اس طرح اُن میں انسانی ہمدردی کے جذبات افسردہ پڑ جاتے ہیں۔ ان حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے محلوں سے نکل کر عام لوگوں کے ساتھ مل جُل کر رہیں۔ اُن کی مشکلات کو سمجھیں اور پھر انہیں حل کرنے کی فکر کریں۔ جو شخص عوام سے الگ تھلگ رہتا ہے وہ عوام کے مسائل کو کس طرح جان سکتا ہے۔

اسی طرح انہوں نے پاکستان کے لیڈروں کی خدمت میں بھی یہ عرض کیا ہے کہ وہ محض اپنے عیش و آرام کے لیے یا اپنی کبریائی کے ٹھاٹھ جمانے کے لیے اس مفلوک الحال قوم کی دولت کا زیاں نہ کریں۔ وہ ملک جو انتہائی پسماندہ اور غریب ہے اسمیں شاہانہ اندازِ زیست ملک کے خیر خواہوں کو زیب نہیں دیتا اور یہ چیز اسلام کے اصولِ مساوات کے بھی منافی ہے۔

بیجا نہ ہوگا اگر ہم بات ختم کرنے سے پہلے بعض ایسے امور کی طرف بھی اشارہ کر دیں جو ہمارے نزدیک نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ ایک تو "ملّا" کا ذکر ڈاکٹر صاحب بار بار جس حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں وہ اس کتاب کے سنجیدہ اندازِ بیان سے میل نہیں کھاتا۔ آپ "ملّا" کو جس قدر چاہے کوسیئے مگر اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ اس ملک میں اسلام کی بقا کے لیے جو کوششیں

© rasailojaraid.com

ہوتی ہیں اُن میں ان "مذہبی دیوانوں" کا بڑا عمل دخل ہے یہی وہ لوگ ہیں جو روکھی سوکھی کھا کر، اپنوں اور پرایوں کے طعنے سن کر انتہائی حوصلہ شکن حالات میں بھی اس دین کی بھلی بُری خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ جو انگریز کے آنے کے ساتھ ہی اُس کی تہذیب پر ریشہ خطمی ہوگئے تھے اگر یہ معاملہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو آج ہم اسلام کی اِس صورت سے بھی قریب قریب نا آشنا ہوتے۔

دوسرے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجدوں کو حکومت کی تحویل میں دینے کی پالیسی بھی اپنے اندر بہت سے خطرات رکھتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پالیسی سے ائمۂ مساجد کی مالی حالت نسبتاً بہتر ہو جائے گی مگر آزادیٔ رائے جو کسی اچھے نظام کے قیام کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے اس کا گلا گھٹے گا۔ اگر اتاترک نے ترکی میں اس قسم کی سکیم نافذ کی تھی تو اس کے جو بُرے نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ علماء کو حکومت اور ملازمتوں کے چکر سے جہاں تک ممکن ہو آزاد ہی رہنا چاہیے۔ کیونکہ درباروں کے زیرِ اثر آ کر انسان کے اندر عجیب و غریب انقلابات پیدا ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اورنگ زیب عالمگیر پر جو یہ الزام لگایا ہے کہ اُس نے ہندوؤں پر اسلامی قوانین بالجبر ٹھونسنے کی کوشش کی، یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔

کئی ایک مقامات پر قرآن مجید کی آیات کے ترجمے بھی کھٹکتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض جگہوں پر طباعت کی غلطیاں بھی نظر آئیں۔ لیکن ان سب خامیوں کے باوجود جو بالکل معمولی ہیں اور تھوڑی سی توجہ کرنے سے بآسانی دُور ہو سکتی ہیں۔ کتاب نہایت عمدہ ہے اور اپنے لکھنے والے کے اخلاص اور سوزمندی کی پوری طرح آئینہ دار ہے۔ کتاب کو مشہور اشاعتی ادارے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے ایک عمدہ طباعتی معیار پر شائع کیا ہے۔ اور ساڑھے سات روپے میں وہاں سے مل سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com